AN ANALYTICAL VIEW OF THE BOOK: AL-FUSUL FI SEERAT AL-RASOOL BY HAFIZ IBNE KATHIR (R.A)

حافظ ابن کثیرؒ کی کتاب الفصول فی سیرۃ الرسول کا ایک تجزیاتی مطالعہ

Safia Bibi:M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, University of Malakand
Email: 109safia@gmail.com
Dr. Janas Khan, Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Malakand.

ABSTARCT
Hafiz Ibne Kathir (R.A….) was a scholar of the 8th century of Hijra. He had command over many sciences of the Islamic studies, like:Quran, Hadith, fiqh, Seerat and history. He was a prolific writer and left a number of books which are used in the Islamic world as reference books. He wrote an exegsis of the Holy Quran and named it; Tafseer-ul-Quran el Azeem (commonly known as Tafseer Ibne Kathir) One of his books; Al-Fusul Fi Ekhtisare Seerat Al-Rasool is one of his book about the life of the Holy Prophet Muhammad (SAW). The book is spread over four hundred pages. The writer divided it into two sections. The first part contains discussions on the Seerat of the Holy Prophet (SAW) and the battles which he fought for the sake of Islam commonly known as Maghazi. The second part contains discussion on the lifestyle, habits and the reasons of the Prophethood. The unique style of Ibne Kathir, in this book is that the writer extracts jurisprudential aspect from the life of the Holy Prophet (SAW). The writer explains all these with the help of the Holy Quran and the authentic sources of Seerat. The writer has tried his level best to bring only authentic narrations. If the views of scholars are different about the date and location of any event, Ibne kathir himself do research and tried to prove certain facts in the light of logic. And many scholars admit his logic follow it. A few of the narrations coated by Ibne kathir are weak in a sense but they are very short in counting. Because of this style, many scholars have coated Ibne kathir in the field of Seerat. This research paper discusses the unique and scholarly style of Ibne kathir and also discusses the methodology of Ibne kathir adopted by him in his book.
KEYWORDS: *Al-Fusul, Hafiz Ibne Kathir (R.A), Seerat Al-Rasool.*

آٹھویں صدی ہجری میں شام کے مشہور عالمِ دین حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیرؒ (متوفی:774ھ/1372ء)ایک عظیم مفسر، محدث، مؤرخ اور نمایاں سیرت نگار تھے۔ آپؒ کو علومِ اسلامیہ کے مختلف شعبہ جات میں کمال مہارت حاصل تھی۔ آپؒ کی مشہور ترین تصنیفات تفسیر القرآن العظیم اور البدایہ والنہایہ ہیں، جن کی بدولت آپ کو آپؒ کی زندگی ہی میں عالمگیر شہرت ملی اور عصر حاضر تک ان سے استفادہ جاری وساری ہے۔ آپؒ نے علم تفسیر اور تاریخ کے علاوہ علم حدیث، فقہ اور سیرت میں بھی گرانقدر تصنیفات قلمبند کی ہیں۔ سیرت نبویہ کے موضوع پر آپؒ کی مطول اور مختصر دونوں قسم کی تصنیفات ملتی ہیں۔ چار جلد پر منحصر مطول سیرت "السیرۃ النبویہ ﷺ" البدایہ والنہایہ میں مذکور ہے اور زیر مطالعہ کتابِ سیرت "الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول" اس کا اختصار ہے۔ آپؒ کی تفسیر میں اس کا ذکر ملتا ہے([1])۔ آپؒ کے سوانح نگاروں کے ہاں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ آپؒ کی ایک ممتاز خوبی آپؒ کی منفرد سیرت نگاری ہے۔ حاجی خلیفہؒ نے ابن قاضی شہبہؒ کے قول کے تحت رقم طراز ہیں کہ "ابن کثیرؒ کی کتابِ تاریخ (البدایہ) میں سب سے نمایاں ان کی "سیرۃ النبویہ"

ہے"([2])۔ ان کے علاوہ آپؒ سے منسوب سیرت نبویہؐ پر رسائل جیسے مولد الرسولؐ، زواج ام سلمہ من رسول اللہ ﷺ ، انکار رسول اللہ ﷺ من الزواج من عزۃ بنت ابی سفیان ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت پر چھوٹے رسائل شامل ہیں جس میں اکثر ناپید ہیں۔

تعارفِ کتاب: عربی زبان کی یہ مختصر "کتاب الفصول فی السیرۃ" سیرت نبویؐ کے متعلق ہے۔ اس کا ذکر حافظ ابن کثیرؒ کی دوسری کتب جیسے البدایہ والنہایہ اور تفسیر([3]) میں موجود ہے۔ یہ کئی بار نام میں کچھ اختلاف کے ساتھ شائع ہو چکی ہے([4])۔ زیر تحقیق نسخہ محقق عبد الحمید محمد الدرویش کا ہے۔ اس میں آپؒ نے متعدد مآخذ کا حوالہ دے کر جامع مواد فراہم کیا ہے۔ اس کے دو اجزاء ہیں۔ پہلا جزو سیرت نبویہؐ اور مغازیِ رسول کے متعلق ہے جب کہ دوسرا احوال، شمائل اور خصائص نبویہؐ کی فقہی ابواب کی ترتیبی مباحث پر منحصر ہے۔ اس کے کل 400 صفحات ہیں جن میں ابتدائی 26 اوراق میں مقدمۃ المحقق، منہج تحقیق، مخطوطات کی تصاویر، ابن کثیرؒ کی مختصر حالات اور مؤلف کا مقدمہ ہیں اور 30 نمبر ورق لے کر 394 تک کتاب کا اصل متن ہے۔ اس کے بعد باقی اوراق فہارس پر مشتمل ہیں۔

کتاب کی خصوصیات و منہج: سیرت اور خصائص نبویہؐ کی بے مثال تاریخ کو ابن کثیرؒ نے اس کتاب کے چند سو اوراق میں سمیٹ لینے کی عمدہ سعی کی ہے۔ اس کتاب کی بہت سی خوبیاں ہیں لیکن جو نمایاں اور ممتاز ہیں آئندہ سطور میں اس کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ ابن کثیرؒ نے اپنی دوسری کتب کی طرح اس کتاب کی جمع وترتیب میں بھی پوری تحقیق و جستجو کیساتھ اس عصر کے ممکنہ دست یاب ذخیرہ کتب سے استفادہ کیا ۔ آپؒ نے اس کی تشکیل و تدوین میں قرآن، تفاسیر ، سابق الہامی کتب، کتبِ حدیث، سیرت و مغازی اور متعلقاتِ سیرت جیسے خصائص، شمائل و دلائل نبویؐ اور تاریخ اسلامی کی معتبر کتب سے جامع مود اخذ کیا ہے اور ان کے حوالے دینے کا بھی کام کیا ہے۔ آپؒ سیرت کے متعلقہ واقعات کو حتی الامکان اصح مواد کے تحت مرتب کرتے ہیں اور جامع ومانع سیرت نبویہؐ مدون کرتے ہیں۔ الفصول فی سیرۃ الرسول کی ایک ممتاز خصوصیت آپؒ کا مضامین سیرت کی شرح وو وضاحت میں نمایاں اور ممتاز اسلوبِ تحریر اپنانا ہے۔ آپؒ کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کو مرتب کرنے کے لیے اس عہد کی دستیاب مستند و مشہور کتب کا مطالعہ کرکے راجح اور صحیح مواد ذکر ہوں۔ اس کیلئے پوری تحقیق و جستجو کے بعد آپؒ منتخب شدہ مواد نقل کرکے اس میں اصح قول کی نشان دہی کرکے مربوط دلائل بیان کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ماہر علم جرح وتعدیل کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں۔ یا اس کے برعکس اختصار کو ملحوظ رکھ کر معتبر اور مشہور قول ہی نقل کرتے ہیں۔ مثلاً: ابن کثیرؒ اہلِ مغازی وسیر کے قول کی تائید کرتے ہوئے غزوہ خندق یا احزاب کا سن وقوع متعین کرکے یوں لکھتے ہیں كانت في سنة خمس في شوالها على الصحيح من قولي أهل المغازي والسير: اور پھر اس کے درست ہونے کے دلائل کا تذکرہ کرکے امام ابن حزمؒ کے قول: "بے شک 4 ہجری میں اسکا وقوع ثابت ہے"([5]) کے بھرپور رد میں لکھتے ہیں: انہوں (ابن حزمؒ) نے صحیح بخاری کی روایت([6]) کی رو سے موسی بن عقبہؒ([7]) کا قول اپنایا ہے لیکن یہ دلیل ان کے دعوٰی کی تائید نہیں کرتی([8])۔

آپؒ نے سریہ الرجیع کے اسباب مختصراً ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ: حضورؐ نے چند قراء قبیلہ عضل و قارہ([9]) کے طلب کرنے پر ان کے ہاں بھیجے۔ جن کی تعداد ابن اسحاق کے مطابقؒ چھ جبکہ بخاریؒ کے مطابق دس افراد ہیں([10])۔ آپؒ بخاریؒ کے قول کو راجح قرار دیکر دلیل میں السہیلیؒ کا قول([11]) ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ انہوں نے اسے صحیح بتایا ہے([12])۔ اس کتاب کی تیسری خصوصیت ضعیف اور موضوع روایات کی نشان دہی اور رواۃ پر جرح وتعدیل ہے۔ ابن کثیرؒ سیرت کو مرتب کرنے کے لیے ان کے متعلقہ مواد کتبِ سیر و مغازی سے لیتے ہیں اور پھر اس کے دلیل میں مختلف مآخذ و مصادر سے احادیث ذکر کرتے ہیں، ساتھ ساتھ آپؒ احادیث کی تصحیح وتضعیف کا کام بھی کرتے ہیں۔ جہاں کہیں حدیث کی سند و متن میں کوئی غلطی، نسیان یا وہم موجود ہو تو اس کی نشان دہی کرتے ہیں اور اس کے متعلق علماء کے بیانات ذکر کرتے ہیں یا خود رجال کی تحقیق کر کے اس پر صحیح یا ضعیف کا حکم لگا دیتے ہیں اور اس روایت کی نوعیت بھی بیان کرتے ہیں کہ آیا یہ صحیح ہے یا حسن یا ضعیف و مردود ہے۔ فرضیتِ حج کے متعلق آپ مختلف اقوال و روایات نقل کرتے ہیں۔ آپؒ روایت جس میں فرضیتِ حج کا سن ہجری دسویں سال بتایا گیا ہے اور وہ روایت کہ حج ہجرت نبویؐ سے پہلے فرض ہوا([13]) جو امام الحرمینؒ الجوینی([14]) کی نقل کردہ ہے کو ضعیف گردانتے ہوئے آخری روایت کو اس سے بھی عجیب تر بتاتے ہیں کہ: "اس سے ضعیف تر امام الحرمین کی نہایہ میں مذکور روایت ہے"([15])۔ خصائص نبویہؐ کے متعلق ابن کثیرؒ خصوصیت نبویؐ جسے امام الحرمین ابن القاص([16]) نے ذکر کیا ہے سنن ترمذی کی روایت کے حوالے سے کہ: حضورؐ نے فرمایا کہ" قال رسول الله ﷺ: يا علی، لا يحل لأحد أن يجنب فی هذا المسجد غيری وغيرك"([17]) اے علی، اس مسجد میں حالت جنابت میں ہونا تیرے اور میرے علاوہ اور کسی کے لیے حلال نہیں " ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ترمذیؒ نے اسے حسن غریب بتایا اور کہا کہ ہمیں اس روایت کا صرف اسی سند سے علم ہے، اور بخاریؒ نے یہ روایت سنی (تو اس کو ضعیف کہا)([18])۔ پھر آپؒ عطیہ راوی کو ضعیف ٹھہراتے ہیں پھر اس کے دلیل میں البیہقیؒ کا قول ([19]) بیان کرتے ہیں کہ اس سے حجت نہیں لی جاسکتی اور اس میں ضعف بھی پائی جاتی ہے" مزید آپؒ اس کو دوسری سند([20]) سے بیان کر کے اس کا حوالہ دیتے ہیں کہ اسے ابن ماجہؒ اور البیہقیؒ نے بیان کیا ہے مگر یہ بھی ضعیف ہے اور امام بخاری نے بھی اسے ضعیف بتایا ہے۔ پھر مزید تحقیق کرتے ہوئے اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسے البیہقی نے ایک اور طرق([21]) سے مرفوعاً ذکر کیا ہے لیکن اس کا کوئی حصہ بھی درست نہیں۔ لہذا آپ ابن القاص کو غلطی پر قرار دیکر اس دلیل میں قفّال([22]) کا قول پیش کرتے ہیں کہ: "یہ خصائص نبوی میں شامل نہیں ہے"([23])۔ کاتبین وحی کے اسمائے گرامی بیان کرنے کے بعد ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: یہ سارے نام حافظ ابن عساکرؒ کی تاریخ کی کتاب میں درج ہیں مگر کاتبِ وحی شرحبیل بن حسنہؓ([24]) کی بجائے سجل نامی کاتب کا ذکر کیا ہے([25]) ۔ پھر آپؒ نے مزید تحقیق کرتے ہوئے لکھا کہ اس کو امام ابو داؤدؒ اور امام نسائیؒ نے آیت: ترجمہ: "اور جب ہم آسمان کو اسطرح لپیٹ دیں گے جیسے کاغذ کے طومار میں تحریریں لپیٹ دیجاتی ہیں"([26]) کے تحت ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان کی ہے"۔ اس کی تردید میں آپؒ تفسیر ابن جریرؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ منکر روایت ہے"([27])۔ پھر آپؒ لکھتے ہیں: باقی محدثین نے بھی اس کا رد کیا ہے

اور اس کے متعلق میں نے ایک کتابچہ لکھا ہے(28) جس میں میں نے اسکے طُرق وعِلل کی وضاحت کرتے ہوئے ائمہ کے اقوال کے تحت اسے موضوع قرار دیا ہے(29)۔ دلائل نبوت کے بیان میں ابن کثیرؒ الہامی کتابوں میں مذکور بعض روایات کا ذکر کرتے ہیں جن میں حضورؐ کے متعلق بشارات موجود ہیں۔ آپؒ مستند شواہد حدیث بھی ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً: آپؒ تورات کے حوالے سے لکھتے ہیں: ان الله تعالی تجلی لابراهيم وقال له ما معناه:"فاسلك في الأرض طولاً وعرضاً لولدك تعظيماً"(30)"اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیمؑ پر تجلی فرمائی اور انہیں فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے 'توزمین کے طول وعرض میں اپنے بیٹے کی تعظیم بڑھانے کے چل" پھر آپ اس کی تصدیق میں یہ لکھتے ہیں کہ ان میں سے سوائے حضورؐ کے ارض کے مشرق اور مغرب کا کوئی بھی مالک نہیں" اور صحیح مسلم کی ایک روایت(31)ترجمہ:" حضورؐ نے فرمایا: اللہ جل شانہ نے میرے لیے مشرق ومغرب کو سمیٹ لیا، عنقریب میری امت وہاں پہنچے گی جو خطہ ارض میرے لیے سمیٹا گیا" بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ ان خوبیوں کے برعکس آپؒ بعض روایات کو بغیر تحقیق نقل کرتے ہیں جس میں کچھ روایات ضعیف بھی ہیں، مگر وہ بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ مثلاً: آپؒ ورقہ بن نوفل جو حضرت خدیجہؓ کے رشتہ دار اور عیسائی عالم تھے کے متعلق سنن ترمذی کی روایت:" أن رسول اللهﷺ رآه في المنام في هيئة حسنة"(32)" حضورؐ نے ان کو نیند میں اچھی حالت میں دیکھا" نقل کی ہے۔ اس روایت کی تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ ایک ضعیف روایت ہے۔ ترمذیؒ نے اس کو(33) غریب کہا ہے۔ اسمیں محدثین کے ہاں عثمان بن عبد الرحمٰن ثقہ نہیں ہے۔ علمائے جرح وتعدیل کے وہ سارے بیانات جس میں عثمان بن عبد الرحمٰن کو متروک، جھوٹا اور ضعیف بتایا گیا ہے کو ابوالحجاج المزیؒ نے اپنی کتاب تہذیب الکمال میں یکجا کیے ہیں(34)۔ الفصول کی ایک نمایاں خصوصیت حافظ ابن کثیرؒ کا مختلف اقوال میں اصح قول کی نشان دہی کرکے مربوط دلائل پیش کرنا ہے۔ جب کسی واقعہ سیرت کے تحت اختلافی بیانات پائے جاتے ہوں تو آپؒ ان مختلف و متضاد بیانات کا مختصر تذکرہ کرکے ان میں صحیح اور علماء کے ہاں مقبول قول کا انتخاب ضرور کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ دوسرے علماء کے بیانات بھی بطور دلائل نقل کئے ہیں۔ اس طرح آپ ان غریب ومرجوح اقوال کی نفی کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کی مجروحیت اور ضعف سے قاری کو باخبر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ مثلاً: ولادت نبویؐ کے بیان میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی پیدائش عام الفیل کے پچاس(50) دن بعد ہوئی۔ دوسرے قول کے مطابق: اٹھاون(58) دن بعد، اس طرح پانچ مختلف اقوال پھر ان کے ذکر کے بعد پہلے ذکر شدہ قول کو درست مانتے ہوئے آپؒ لکھتے ہیں کہ: : والصحيح أنه ولد عام الفيل، وقد حكاه إبراهيم بن المنذر الحزامي شيخ البخاري، وخليفة بن خياط وغيرها إجماعاً(35)" مگر درست قول یہ ہے کہ پیدائش نبویؐ عام الفیل میں ہوئی اس پر شیخ بخاری ابراہیم بن المنذرؒ(متوفی:236ھ) اور خلیفہ بن خیاط(متوفی:240ھ)(36) وغیرہ نے اجماع نقل کیا ہے۔ غزوہ تبوک کے واقعات کی تفصیل میں حضورؐ نے مدینہ پر نگران کسے بنایا؟ اس بارے میں آپؒ تین متضاد اقوال نقل کرکے تیسرا قول صحیح قرار دیتے ہیں اور استشہاد کے طور پر صحیحین کی روایت(37) کا حوالہ دیتے ہیں کہ جب منافقین نے ان کو اس پر تنگ کرنا شروع کیا کہ تمہیں

عورتوں اور بچوں میں رہنے دیا گیا اور اپنے ہمراہ لے جانا بوجھ سمجھا تو حضرت علیؓ حضورؐ کیساتھ جا ملے اور اس بات کی شکایت کی تو حضورؐ نے انہیں ارشاد فرمایا: " أَلاَ تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ، مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي([38]) "کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تم میرے لیے بمنزلہ ہارونؑ کے ہو جس طرح وہ موسیٰؑ کے لیے تھے لیکن جان لو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ کسی واقعہ سیرت کی تاریخ یا اس کے کسی حصے کی تفصیل کے متعلق بعض اوقات علماء و مؤرخین میں اتفاقِ رائے نہیں پایا جاتا بلکہ نمایاں تضاد ہوتا ہے ان کی تلاش و تحقیق کر کے ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا سیرت نویسوں کا کام ہوتا ہے، لیکن دقت اس وقت ہوتی ہے جب صحیح روایات میں بھی اختلاف پیدا ہو جائے، ان میں کسی ایک کی ترجیح کا تعین یقیناً ایک مشکل امر ہے۔ لہذا قاری کو ایسے شکوک و شبہات میں پڑنے سے بچانے کے لیے انہی ابہامات و اشکالات کا جواب ڈھونڈنا ہی سیرت نگار کا کام ہوتا ہے جو وہ دوسرے صحیح احادیث کے تحت کر سکتا ہے لیکن یہ اتنا با آسانی ممکن نہیں اسے ایک پختہ کار محدث ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ اس کتابِ سیرت میں بھی ایسے کئی اشکال موجود ہیں، آپؒ اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس کا حل ڈھونڈتے ہیں اور اس کا جامع ومانع جواب دلائل کیساتھ پیش کرتے ہیں۔ مثلاً: غزوہ ذات الرقاع([39]) کو سابقہ سیرت نگاروں کی طرح آپؒ غزوہ خندق سے اسے قبل درج کر کے اسے 4 ہجری میں وقوع پذیر بتاتے ہیں اور اسے غزوہ نجد قرار دیتے ہیں([40]) اور پھر اس کی تفصیلات میں بیان کرتے ہیں کہ علمائے سیر ومغازی جیسے محمد بن اسحاقؒ نے بیان کیا کہ اس جنگ کے موقع پر نماز خوف کا حکم اتارا گیا([41])۔ پھر اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ یہاں اشکال جنم لیتا ہے کیونکہ صحیح روایات کے مطابق نماز خوف کا حکم تو غزوہ خندق جو سن 5ھ کو ہوا کے بعد نازل ہوا ہے۔ دلیل میں اس روایت جسے امام شافعیؒ، احمدؒ اور نسائیؒ نے بیان کیا ہے کہ: ""عن ابی سعید ان النبیﷺ حبسه المشركون يوم الخندق عن الظهر والعصر والمغرب والعشاء فصلاهن جميعاً، وذلك قبل نزول صلاة الخوف "([42]) "ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو خندق کے روز مشرکوں نے ظہر، عصر، مغرب اور نماز عشاء سے منع کیا پس ان کو جمع کر کے ادا فرمایا اور یہ صلوۃ الخوف حکم کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے"۔ تو یہاں یہ اشکال جنم لیتا ہے کہ غزوہ ذاۃ الرقاع جس میں صلوۃ الخوف کا نزول ہوا غزوہ خندق سے قبل وقوع پذیر ہوا یا بعد میں؟ اس کا جواب دینے کے لیے آپؒ چند دلائل ذکر کرتے ہیں۔

دلیل اول: صلوۃ الخوف کا نزول عسفان([43]) کے مقام میں ہوا اور اس کی تائید میں دو روایات ذکر کی ہیں۔

روایت اول: قال أبو عياش الزرقي كنا مع النبيﷺ بعسفان فصلى بنا الظهر، وعلى المشركين يومئذ خالد بن الوليد، فقالوا: لقد أصبنا منهم غفلة، ثم قالوا: إن لهم صلاة بعد هذه هي أحب إليهم من أموالهم وأبنائهم فنزلت يعنى صلاة الخوف بين الظهر والعصر. فصلى بنا العصر ففرقنا فريقين([44]) "ابو عیاش الزرقی نے بتایا کہ ہم مقام عسفان میں حضور ﷺ کے ہمراہ تھے، نبیؐ نے نماز ظہر پڑھائی۔ اس روز مشرکوں کے قائد خالد بن ولید تھے۔ مشرکین نے کہا کہ ہم نے انہیں غافل پایا، چنانچہ اس کے بعد انہیں ایک نماز ان کو اولاد و اموال سے زیادہ محبوب ہے پس ظہر و عصر کے درمیان نماز خوف کا حکم نازل ہوا پس حضورؐ نے نماز عصر دو حصوں میں بانٹ کر پڑھائی"۔

روایت دوم: کان رسول اللهﷺ نازلاً بين ضجنان وعسفان، محاصراً المشركين، فقال المشركون ..(45)"حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ ضجنان اور عسفان کے مابین مشرکوں کی لشکر کا گھیر اؤ کرنیوالے تھے۔ مشرکوں نے کہا کہ ان کی ایک نماز جو انہیں بیٹوں اور جو انسال اونٹوں سے زیادہ پسندیدہ ہے اس لیے تم تیاری کر کے فوراً ان پر ٹوٹ پڑو۔ پس حضرت جبریلؑ نے آکر بتایا کہ اپنے ساتھیوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں"۔

دلیل دوم: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوہ عسفان غزوہ خندق کے بعد ہوئی(46)۔ اسلئے ذات الرقاع کا اس سے بھی بعد میں وقوع ممکن ہے بلکہ ممکن ہے غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ دو صحابہ کرام ابو ہریرہؓ اور ابو موسی اشعریؓ نے اس لڑائی میں شرکت کی تھی۔ اور پھر ابن کثیرؒ ابو ہریرہؓ اورؓ ابو موسیؓ کی موجودگی کے متعلقہ روایات ذکر کرتے ہیں(47)۔

دلیل سوم: بعض مورخین کے ہاں مشہور ہے کہ غزوہ ذات الرقاع کا وقوع کئی مرتبہ ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ غزوہ خندق سے قبل اور دوسری مرتبہ اس کے بعد(48)۔

اس کے بعد آپؒ لکھتے ہیں کہ اگر نماز خوف کا مقام عسفان میں فرضیت والی روایت درست ہے تو نماز خوف کا اس سے قبل ادا کرنا ممکن ہے۔ اس کے بعد آپؒ اس غزوہ میں واقعہ ہونیوالا قصہ غورث(49) بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: یہ واقعہ ذات الرقاع کی لڑائی میں پیش آیا تھا لیکن غزوہ خندق کے بعد ہوا تھا(50)۔ اس ساری بحث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع جس میں صلوۃ خوف کا حکم نازل ہوا یہ غزوہ خندق کے بعد پیش آیا، اس بات سے اشکال باقی نہیں رہتا(51)۔

خلاصہ کلام: زیرِ مطالعہ کتاب میں ابن کثیرؒ نے واقعاتِ سیرت اور خصائص نبوی ﷺ کی جمع و تدوین کی قابل قدر کوشش کی ہے۔ آپؒ نے حتی الامکان اس کو صحیح روایات کے تحت ذکر کرنے کا التزام کیا ہے۔ آپؒ واقعاتِ سیرت کے متعلقہ مختلف روایات میں دلائل کے ساتھ اصح روایت کا تعین کرتے ہیں اور علم جرح و تعدیل کے تحت اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض روایات بغیر تحقیق نقل کی ہیں جہاں ضعف بھی پایا جاتا ہے مگر ایسا بہت کم ہوا ہے۔ اسی طرح اگر اس میں کوئی ابہام در پیش ہو تو اسکو دلائل و شواہدِ حدیث کے ساتھ دور کرتے ہیں۔ ان خصوصیات کی وجہ سے آپؒ کی سیرت نگاری بہترین شمار کی جاتی ہے جو آنے والے محققین کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔

مصادر و مراجع:

ابن اثیرؒ، ابو الحسن علی بن ابی الکرم، **اسد الغابہ**، تحقیق: علی محمد موض، عادل احمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ/1994ء
ابن الملقنؒ، ابو حفص عمر بن علی المصری، **العقد المذہب فی طبقات حملۃ المذہب**، تحقیق: ایمن نصر الازہری، سید دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ/1997ء
ابن حجر عسقلانیؒ، ابو الفضل احمد بن علی، **تہذیب التہذیب**، مطبعہ دائرۃ المعارف، ہندوستان، 1326ء/1907ء
ابن حزمؒ، ابو محمد علی بن محمد دالاندلسی، **جوامع السیرۃ و خمس رسائل اخری**، تحقیق: احسان عباس، دار لمعارف، مصر، 1318ھ/1900ء
ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، **الانباہ علی قبائل الرواۃ**، تحقیق: ابراہیم الابیاری، دار الکتاب العربی، بیروت، 1405ھ/1985ء

ابن عساکرؒ، ابو القاسم علی بن الحسن، **تاریخ دمشق**، تحقیق: عمرو بن غرامہ العمروی، دار الفکر، بیروت، 1415ھ / 1995ء
ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، **زاد المعاد فی ہدی خیر العباد**، تحقیق: شعیب الارناؤوط، عبد القادر الارناؤوط، مکتبۃ المنار الاسلامیہ، بیروت، 1407ھ / 1986ء
ابن کثیرؒ، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم**، تحقیق: سامی بن محمد سلامہؒ، دار طیبہ، ریاض، 1420ھ / 1999ء
ابن کثیرؒ، **الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول**، محقق: عبد الحمید محمد الدرویش، دار النوادر، کویت، 1431ھ / 2010ء
ابن کثیر، **السیرۃ النبویہ**، تحقیق: مصطفی عبد الواحد، دار المعرفۃ، بیروت، 1395ھ / 1976ء
ابن ہشامؒ، ابو محمد عبد المالک بن ہشام، **السیرۃ النبویہ**، تحقیق: مصطفی السقا، ابراہیم الابیاری، مصطفی البابی حلبی، مصر، 1375ھ / 1955ء
ابو الحسن الیمنی، احمد بن محمد بن ابراہیم، **التعریف بالانساب والتنویہ بذوی الاحساب**، تحقیق سعد عبد المقصود، دار المنار، قاہرہ، 1401ھ / 1990ء
ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، **السنن**، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت، س ن
احمد، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، **المسند**، تحقیق: شعیب الارناؤوط، عادل مرشد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1421ھ / 2001ء
امام الحرمین الجوینی، ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ، **نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب**، تحقیق: ڈاکٹر عبد العظیم محمود الدیب، دار المنہاج، 1428ھ، 2007ء
بخاریؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح (صحیح بخاری)**، تحقیق: ڈاکٹر مصطفی دیب البغا، دار ابن کثیر، یمامہ، بیروت، 1407ھ / 1987ء
بیہقیؒ، ابو بکر احمد بن الحسین، **سنن الکبری**، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، مکتبۃ دار الباز، مکہ مکرمہ، 1414ھ / 1994ء
ترمذیؒ، ابو عیسی محمد بن عیسی، **سنن ترمذی**، تحقیق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1914ھ / 1998ء
حاجی خلیفہؒ مصطفی بن عبد اللہ، **کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**، مکتبہ المثنی، بغداد 1361ھ / 1941ء
الحمویؒ، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ، **معجم البلدان**، دار صادر، بیروت، 1416ھ / 1995ء
خلیفہ بن خیاط ابو عمرو العصفری، **تاریخ خلیفہ**، تحقیق: اکرم ضیاء العمری، دار طیبہ، ریاض سعودی عرب، 1405ھ / 1985ء
الذہبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان، **العبر فی خبر من غبر**، تحقیق: ابو ہاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن
الزرکلیؒ، خیر الدین بن محمود بن محمد، **الاعلام**، دار العلم للملایین، بیروت، 1422ھ / 2002ء
السبکیؒ، عبد الوہاب بن تقی الدین، **طبقات الشافعیہ**، تحقیق: محمود محمد الطناجی، عبد الفتاح محمد، دار ہجر، بیروت، 1413ھ / 1992ء
السخاویؒ، ابو الخیر محمد بن عبد الرحمٰن، **الجواہر والدرر فی ترجمہ شیخ الاسلام ابن حجر**، تحقیق: ابراہیم باجس عبد المجید، دار ابن حزم، بیروت، 1914ھ / 1999ء
السہیلیؒ، ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ، **الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام**، تحقیق: عمر عبد السلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1421ھ / 2000ء
شافعیؒ، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، **المسند**، ترتیب: سنجر بن عبد اللہ الجاولی، تحقیق: ڈاکٹر رفعت فوزی، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، 1446ھ / 2005ء
الصفدیؒ، صلاح الدین خلیل بن ایبک، **الوافی بالوفیات**، تحقیق: احمد الارناؤوط، ترکی مصطفی، دار احیاء التراث، بیروت، 1420ھ / 2000ء
طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، تحقیق: احمد محمد شاکر، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1420ھ / 2000
طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **تاریخ الامم والملوک**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1407ھ / 1987ء
الفسوی، ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان، **المعرفۃ والتاریخ**، تحقیق: اکرم ضیاء العمری، موسسۃ الرسالہ، بیروت، 1401ھ / 1981ء
مسلمؒ، ابو الحسن مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، تحقیق: محمد فواد باقی، دار احیاء العربی، بیروت، س ن
النسائیؒ، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی، **المجتبی من السنن**، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ، مکتب المطبوعات الاسلامیہ، حلب، مصر، 1406ھ / 1986ء

[1] ۔ ابن کثیرؒ، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (متوفی: 774ھ)، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، تحقیق: سامی بن محمد سلامہؒ، دار طیبہ، ریاض، 1420ھ / 1999ء، ج6، ص398؛ سورہ الاحزاب: 26

[2] ۔ حاجی خلیفہؒ مصطفی بن عبد اللہ (متوفی: 1067ھ)، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون (کشف الظنون)، مکتبہ المثنی، بغداد 1361ھ / 1941ء، ج1، ص228

[3] ۔ تفسیر ابن کثیر، سورہ الاحزاب، آیت26، ج6، ص398

[4] ۔ ابن کثیرؒ، الفصول فی سیرۃ الرسول، تحقیق: محمد العید خطراوی، محیی الدین مستو، مکتبہ دار التراث، مدینہ منورہ، 1402ھ/1982ء؛ دار ابن کثیر، دمشق، 1413ھ/1993ء؛ دار الکلم الطیب، 1420ھ/2000ء؛ موسسۃ علوم القرآن، بیروت، 1403ھ/1983ء؛ ابن کثیرؒ، الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول، م ن، قاہرہ، 1357ھ/1938ء؛ الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول، تحقیق: عبد الحمید محمد الدرویش، دار النوادر، کویت، 1431ھ/2010ء

[5] ۔ ابن حزمؒ، ابو محمد علی بن محمد دالاندلسی الظاہری (متوفی:456ھ)، جوامع السیرۃ وخمس رسائل اخری (جوامع السیرۃ)، تحقیق: احسان عباس، دار لمعارف، مصر، 1318ھ/1900ء، ص185

[6] ۔ امام بخاریؒ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (متوفی:256ھ) الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، تحقیق: ڈاکٹر مصطفی دیب البغا، دار ابن کثیر، یمامہ، بیروت، 1407ھ/1987ء، ج4، ص1501، رقم:2664، 4097

[7] ۔ امام زہریؒ کے تلمیذ رشید موسی بن عقبہ بن ابی عیاش ایک ثقہ اور مغازی کے ماہر عالم تھے۔ حضرت مالک بن انسؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ موسی بن عقبہؒ سے مغازی کا علم اخذ کرو اس لیے کہ وہ ثقہ ہیں" ابن حجر عسقلانیؒ، ابو الفضل احمد بن علی (متوفی:852ھ)، تہذیب التہذیب، مطبعہ دائرۃ المعارف، ہندوستان، 1326ء/1907ء، ج10، ص361

[8] ۔ ابن کثیرؒ، الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول، ص140

[9] ۔ عضل و قارہ دونوں قبائل کا نسب یہ ہے: یثیع یا ثیع بن الہون بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ اس کو قارہ اس لیے کہا جاتا تھا کہ جب ان کے حکم یعمر بن عوف الکنانی نے ان کو کنانہ اور قریش میں بانٹنے کا فیصلہ کیا تو یہ ان کے خلاف ڈٹ گئے اور ان میں ایک آدمی نے یہ شعر کہا: دعُونا قَارةً لا تنفرونا.. "ہمیں ایک مضبوط پہاڑ کی طرح رہنے دو، اس طرح تتر بتر نہ کرو کہ ہم شتر مرغ کی طرح دور نکل جائیں" ابن عبد البرؒ، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (متوفی:463ھ)، الانباہ علی قبائل الرواۃ، تحقیق: ابراہیم الابیاری، دار الکتاب العربی، بیروت، 1405ھ/1985ء، ص:53؛ ابو الحسن القرطبیؒ، احمد بن محمد بن ابراہیم (متوفی:600ھ)، التعریف بالانساب والتنویہ بذوی الاحساب، تحقیق سعد عبد المقصود، دار المنار، قاہرہ، 1401ھ/1990ء، ص8

[10] ۔ صحیح بخاری، ج4، ص1499، رقم:3858

[11] ۔ السہیلیؒ، ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ (متوفی:581ھ)، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (الروض الانف)، تحقیق: عمر عبد السلام السلامی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1421ھ/2000ء، ج6، ص184

[12] ۔ ابن کثیرؒ، الفصول: ص125

[13] ۔ امام الحرمین الجوینی، ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف (متوفی:478ھ)، نہایۃ المطلب فی درایۃ المذہب (النہایہ)، تحقیق: ڈاکٹر عبد العظیم محمود الدیب، دار المنہاج، 1428ھ، 2007ء، ج4، ص126

[14] ۔ ابو المعالی عبد المالک بن ابی محمد الجوینی (متوفی:478ھ) متکلم، الہیات اور فقہ الشافعی کے بڑے عالم تھے۔ علمی گھرانے کی وجہ سے کم عمری ہی میں تحصیل علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ مسجد نبوی اور مسجد الحرام میں کچھ عرصے تک تدریس کی وجہ سے امام الحرمین کہلائے۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد چار سو تک بتائی جاتی ہے۔ آپؒ نے فقہ، اصول فقہ اور علم الکلام پر مفید تصانیف چھوڑی ہیں۔ الذہبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان (متوفی:748ھ)، العبر فی خبر من غبر، تحقیق: ابو ہاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج2، ص339؛ الصفدیؒ، صلاح الدین خلیل بن ایبک (متوفی:764ھ)، الوافی بالوفیات، تحقیق: احمد الارناؤوط، ترکی مصطفی، دار احیاء التراث، بیروت، 1420ھ/2000ء، ج19، ص116

[15] ۔ ابن کثیر، الفصول، ص224

[16] ۔ احمد بن ابی احمد الطبری ابو العباس بن القاص (متوفی:335ھ) محدث، فقیہ شافعی، بڑے واعظ، رقیق القلب اور تواضع والے تھے۔ آپؒ اپنے وعظوں میں پر تاثیر قصے بھی سناتے تھے اس لیے آپؒ کا نام ابن القاص پڑ گیا۔ آپ کی تصانیف میں التلخیص، المواقیت، ادب القاضی، المفتاح وغیرہ شامل ہیں جو مختصر ہونے کے باوجود بڑے نافع ہیں۔ ابن الملقنؒ، ابو حفص عمر بن علی المصری (متوفی:804ھ)، العقد المذہب فی طبقات حملۃ المذہب، تحقیق: ایمن نصر الازہری، سید دار الکتب العلمیہ، بیروت 1417ھ/1997ء، ص42؛ السبکیؒ، عبد الوہاب بن تقی الدین (متوفی:771ھ)، طبقات الشافعیہ، تحقیق: محمود محمد الطناجی، عبد الفتاح محمد، دار ہجر، بیروت، 1413ھ/1992ء، ج3، ص59

[17] ۔ ترمذیؒ، ابو عیسی محمد بن عیسی (متوفی:279ھ)، سنن ترمذی، تحقیق: بشار عواد معروف، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1914ھ/1998ء، ج6، ص86، رقم:3727

[18] ۔ () میں موجود الفاظ کتاب میں موجود نہیں الفاظ اس طرح ہیں: وقد سمع البخاری منی ھذا الحدیث "جب کہ سنن میں الفاظ اس طرح ہیں: قد سمع منی محمد بن اسماعیل ھذا الحدیث واستغربہ" سنن الترمذی، ج6، ص86، رقم:3727

[19] ۔ بیہقیؒ، ابو بکر احمد بن الحسین (متوفی:458ھ)، سنن الکبری، تحقیق: محمد عبد القادر عطا، مکتبۃ دار الباز، مکہ مکرمہ، 1414ھ/1994ء، ج7، ص104، رقم:13403

[20] ۔عن محدوج الذُھلی،عن جسرۃ،عن ام سلمہ رضی اللہ عنھا،قالت..." بیہقیؒ،سنن الکبری،ج7،ص104،رقم:13400

[21] ۔اسماعیل بن امیہ عن جسرہ عن ام سلمہ..."

[22] ۔محمد بن احمد بن الحسین،ابو بکر القفال الشاشی الفارقیؒ(متوفی:507ھ)اپنے دور میں عراق کے شافعی مسلک کے بڑے امام اور فقیہ تھے۔فخر الاسلام لقب تھا۔بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں وفات تک درس دیتے رہے۔حلیۃ العلماء فی معرفۃ مذہب الفقہاء،شرح المختصر،الشافی،الفتاوی،العمدۃ فی فروع الشافعیۃ وغیرہ آپؒ کی تصانیف ہیں۔الزرکلیؒ،الاعلام،ج5،ص316

[23] ۔ابن کثیرؒ،الفصول،ص342

[24] ۔شرحبیل بن حسنہ،حسنہ ماں کا نام تھا۔والد کا نام عبد اللہ بن المطاع تھا،آپؓ ذوالہجر تین تھے،حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت میں مرض طاعون سے سن18ھ کو شام میں وفات پائی۔ابن اثیرؒ،ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد(متوفی:630ھ)،اسد الغابہ،تحقیق:علی محمد معوض،عادل احمد عبد الموجود،دار الکتب العلمیہ،بیروت،1415ھ/1994ء،ج2،ص619

[25] ۔ابن عساکرؒ،ابو القاسم علی بن الحسن(متوفی:571ھ)،تاریخ دمشق،تحقیق:عمرو بن غرامہ العمروی،دار الفکر،بیروت،1415ھ/1995ء،ج4،ص332

[26] ۔سورہ الانبیاء:104

[27] ۔طبری،ابو جعفر محمد بن جریر(متوفی:310ھ)،جامع البیان عن تاویل آی القرآن(تفسیر طبری)،تحقیق:احمد محمد شاکر،موسسۃ الرسالۃ،بیروت،1420ھ/2000،ج18،ص544

[28] ۔اس رسالے کا نام"جزء فی الرد علی حدیث السجل"ہے جو کہ مفقود ہے۔اس کا ذکر آپؒ کی تفسیر ابن کثیرؒ وغیرہ میں آیا ہے۔

[29] ۔ابن کثیرؒ،الفصول،ص274

[30] ۔بائبل،عہد نامہ قدیم،ترجمہ و تصحیح،وترتیب:اعجاز عبید،سید اویس قرنی،Franklin St, Fifth Floor, Boston, MA 02110-1301 USA،نومبر2002ء،ج1،کتاب پیدائش،13،آیت15،18

[31] ۔امام مسلمؒ،ابو الحسن مسلم بن الحجاج(متوفی:294ھ)،صحیح مسلم،تحقیق:محمد فواد باقی،دار احیاء العربی،بیروت،س ن،،ج4،ص2215،رقم:2889

[32] ۔ابن کثیرؒ،الفصول،ص53

[33] ۔سنن ترمذی،ج4،ص110،رقم:2288

[34] ۔المزیؒ،تہذیب الکمال،ج19،ص425

[35] ۔ابن کثیرؒ،الفصول،ص44

[36] ۔الفسوی،ابو یوسف یعقوب بن سفیان بن جوان(متوفی:277ھ)،المعرفۃ والتاریخ،تحقیق:اکرم ضیاء العمری،موسسۃ الرسالہ،بیروت،1401ھ/1981ء،ج1،ص236؛طبری،ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید(متوفی:310ھ)،تاریخ الامم والملوک(تاریخ طبری)،دار الکتب العلمیہ،بیروت،1407ھ/1987ء،ج2،ص155

[37] ۔صحیح بخاری،ج4،ص1602،رقم:4154؛ صحیح مسلم،ج4،ص1870،رقم:2404

[38] ۔ابن کثیرؒ،الفصول،ص205

[39] ۔صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ابو موسی الاشعریؓ نے کہا کہ اس غزوہ کو ذات الرقاع اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں صحابہ کرامؓ کے پاؤں نوکیلے پتھروں سے زخمی ہو گئے تو اپنے قدموں پر کپڑے لپیٹتے تھے۔بعض نے کہا کہ جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ کیا وہاں ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا۔یہ محارب وغطفان کے قبائل کی سرکوبی کے لیے پیش آیا۔صحیح بخاری،ج4،ص1513،رقم:3899؛ صحیح مسلم،ج3،ص1449،رقم:1817،150؛ابن ہشامؒ،ابو محمد عبد المالک بن ہشام بن ایوب الحمیریؒ(متوفی:213ھ)،السیرۃ النبویہ،تحقیق:مصطفی السقا،ابراہیم الابیاری،عبد الحفیظ الشلبی،مصطفی البابی حلبی،مصر،1375ھ/1955ء،ج2،ص204

[40] ۔ابن ہشام،السیرۃ النبویہ،ج2،ص203

[41] ۔ایضاً،ج2،ص204

[42] ۔امام شافعیؒ،ابو عبد اللہ محمد بن ادریس(متوفی:204ھ)،المسند(مسند شافعی)،ترتیب:سنجر بن عبد اللہ الجاولی(متوفی:745ھ)،تحقیق:ڈاکٹر رفعت فوزی،،دار البشائر الاسلامیہ،بیروت،1446ھ/2005ء،ج1،ص231؛امام احمد،ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل(متوفی:241ھ)،المسند(مسند احمد)،تحقیق:شعیب الارناؤوط،عادل مرشد،موسسۃ الرسالۃ،بیروت،1421ھ/2001ء،ج18،ص187،رقم:11644؛النسائیؒ،ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی(متوفی:303ھ)،المجتبی من السنن(سنن نسائی)،تحقیق:عبد الفتاح ابو غدہ،مکتب المطبوعات الاسلامیہ،حلب،مصر،1406ھ/1986ء،ج2،ص17،رقم:661

[43] ۔عُسفان جحفہ اور مکہ کے درمیان بڑی بستی ہے یہاں بہت سے میٹھے پانی کے کنویں اور چشمے تھے۔ یہ خزاعہ کے قبیلہ بنو مصطلق کی ملکیت تھا۔ اور جحفہ جو مدینہ کے راستے پر مکہ سے تین مراحل پر ہے۔ الحمویؒ، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ (متوفی:626ھ)، معجم البلدان، دار صادر، بیروت ،1416ھ /1995ء، ج4، ص121

[44] ۔سنن نسائی، ج3، ص177، رقم:1550؛ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی (متوفی:)، السنن (سنن ابی داؤد) تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید، المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت، س ن ،ج2، ص11، رقم:1236؛ مسند احمد، ج27، ص120، رقم:16580

[45] ۔مسند احمد، ج16، ص444، رقم:10765؛ سنن ابو داؤد، ج2، ص14، رقم:1241،1240؛ سنن نسائی، ج3، ص174، رقم:1544

[46] ۔ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج2، ص279؛ تاریخ طبری، ج2، ص595؛ ابن قیمؒ، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر الجوزیہ (متوفی:751ھ)، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (زاد المعاد)، تحقیق: شعیب الارناؤوط، عبد القادر الارناؤوط، مکتبۃ المنار الاسلامیہ، بیروت، 1407ھ /1986ء

ص380؛ غزوہ عسفان سے حافظ ابن کثیرؒ کا مراد غزوہ بنی لحیان ہے کیونکہ یہ مقام عسفان پر پیش آئی۔ السیرۃ النبویہ میں آپؒ نے اسی غزوہ کے بیان میں نماز خوف کا ذکر کیا ہے۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (متوفی:774ھ)، السیرۃ النبویہ، تحقیق: مصطفی عبد الواحد، دار المعرفۃ، بیروت، 1395ھ /1976ء ج3، ص285

[47] ۔ابو موسیٰؓ کے بارے میں روایت: صحیح بخاری، ج4، ص1513، رقم:3899؛ صحیح مسلم، ج3، ص1449، رقم:1817، 150

150 رقم:1817؛ ابو ہریرہؓ کے بارے میں روایت: مسند احمد، ج16، ص444، رقم:10765؛ سنن نسائی، ج3، ص173، 1543

[48] ۔ابن ہشامؒ، السیرۃ النبویہ، ج3، ص246

[49] ۔ صحیح بخاری، ج4، ص1515، رقم:3905، 3904؛ صحیح مسلم، ج1، ص576، رقم:311، 843 "غورث بن حارث غطفانی ایک مشرک تھا جس نے دھوکہ سے رسول اللہ ﷺ کو مارنے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بچالیا۔ اور آپؐ نے اس کو معاف کر دیا۔

[50] ۔ابن کثیرؒ، الفصول، ص137

[51] ۔علامہ ابن قیمؒ نے بھی اس قول کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خندق سے قبل ہوا کو وہم قرار دیا ہے اور بطور دلیل صحیح مسلم کی روایت نقل کی ہے جو حضرت جابرؓ سے مروی ہے۔ صحیح مسلم، ج1، ص576، رقم:311، 843؛ زاد المعاد، ج3، ص252

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.